اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۱

اپنے گھروں کو بچایئے

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے گھروں کو بچایئے

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہو جاتا ہے۔ آج کے ماحول کا زیادہ نہیں پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کر کے دیکھئے۔ زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولات زندگی، معاشرے، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایسا انقلاب برپا ہو گیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہو جاتی ہے۔

کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن حسرت اور شدید حسرت، افسوس اور ناقابل بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری الٹی سمت میں ہو رہی ہے، کسی شاعر حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لیے کہا تھا۔ مگر آج یہ ہمارا اپنا حال بن چکا ہے کہ:

تیز رفتاری ہے، لیکن جانبِ منزل نہیں

ہماری ساری تیز رفتاری بالکل مخالف سمت میں صرف ہو رہی ہے۔ جن گھروں سے کبھی کبھی تلاوت قرآن کی آوار آجایا کرتی تھی اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں۔ جہاں کبھی اللہ و رسول اور اسلاف امت کی باتیں ہو جایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں۔ جن گھرانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا جاتا تھا، اب وہاں نسلیں کی نسلیں سود، رشوت اور قمار سے پروان چڑھ رہی ہیں۔ جو خواتین پہلے برقعہ کے ساتھ باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ

دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہو رہی ہیں۔غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کر کے بعض اوقات روح کانپ اٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس تحریر میں اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ پڑھ اور سمجھ لیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے گھر والوں کی دینی اصلاح و تربیت سے بالکل بے فکر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر آپ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آ جائیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دیندار انسان ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے۔لیکن اس کے گھر کے دوسرے افراد پر نگاہ ڈالیے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی۔ دین، مذہب، خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یکلخت خارج ہو چکی ہیں۔ ان کی بڑی سی بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرز عمل کو گوارا کر لیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے۔لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کی قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہو جاتا ہے۔لیکن یہ فریضہ تو ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے۔ اگر کوشش کے باوجود راہ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کر کے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے چھوڑ دیا ہے تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بری نہیں ہے۔اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا

خود ذمہ دار ہے۔

کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہوسکی، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہ راست پر لانے کے لیے کیا کیا جتن کیے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لیے سفینہ ہدایت کے بجائے کفر و ضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بری ہوگئے۔ لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے فکر و عمل کی اتنی توانائیاں صرف کر رہا ہو۔

قرآن کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ بلکہ اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے اہل خاندان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش بھی اس پر ڈالی ہے۔ سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ احکام الٰہی پر کاربند کون ہوگا؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نبوت کے بعد جو سب سے پہلا تبلیغی حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ:

وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریبی اہل خاندان کو (عذاب الٰہی) سے ڈرائیے۔''

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خاندان کو کھانے پر جمع فرمایا اور کھانے کے بعد ایک موثر خطبہ دیا جس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں۔

یا فاطمه بنت محمد، یا صفیة بنت عبدالمطلب، یابنی عبدالمطلب لاأملک لکم من اللّٰه شیئاً، سلونی ماشئتم یابنی عبدالمطلب انی واللّٰه ماأعلم شاباً من العرب جاء قومه بافضل مما جئتکم به، انی قدجئتکم بخیر الدنیا والآخرة و قد أمرنی اللّٰه ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی۔

''اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے نبی عبدالمطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمھارے حق میں کوئی اختیار نہیں۔ تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مجھ سے

مانگ لو۔ اے نبی عبدالمطلب! خدا کی قسم جو چیز میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ مجھے عرب میں کوئی جوان ایسا معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر کوئی شے لایا ہو۔ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے۔'' (تفسیر ابن کثیرؒ۔ص ۳۵۰ و ۳۵۱، ج ۳۔المکتبۃ التجاریہ۔مصر ۱۳۵۶ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی رہی ہے کہ انھوں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے کیا اور خود احکام الٰہی پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی دینی تربیت پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت فرمائی، اس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے:

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِداً وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرہ ۱۳۳)

''جب (یعقوب علیہ السلام نے) اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہم اس ذات پاک کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق (علیہم السلام) پرستش کرتے آئے ہیں، یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام دُعا فرماتے ہیں کہ:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاء۔ (ابرہیم: ۴۰)

''اے میرے پروردگار مجھے بھی نماز کا پابند بنایئے اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروگردگار! میری دعا قبول کر لیجیے۔''

انبیاء علیہم السلام کی ایسی ایک دو نہیں دسیوں دعائیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اولاد اور اہل خاندان کی دینی اصلاح کی فکر ان حضرات کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کو خود عذاب الٰہی سے بچنے کی تاکید فرمائی

وہاں گھر والوں کو بھی اس سے بچانے کی ذمہ داری ان پر عائد کی ہے۔ ارشاد ہے:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً۔ (تحریم:٦)

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

نیز ارشاد فرمایا:

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ (طٰہٰ:١٣٢)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔''

قرآن وحدیث کے یہ واضح احکام اور انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت جاریہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے اور درحقیقت اس کے بغیر انسان کا خود دین پر ٹھیک کاربند رہنا ممکن ہی نہیں ہے، اگر کسی شخص کا سارا گھریلو ماحول دین سے بیزار اور خدا ناآشنا ہو، تو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنا دیندار کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرور متاثر ہوگا، اس لیے خود اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر رکھنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اپنے گردوپیش کو فکر وعمل کے اعتبار سے اپنا ہم مشرب بنایا جائے۔

آج ہمارے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اس فریضے سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں نئی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج از بحث ہوگئی ہے اور اگلے وقتوں کے لوگ حالات کے آگے سپر ڈال کر اپنی اولاد کو زمانہ کے بہاؤ پر چھوڑ چکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اہل خانہ کو دینی رنگ میں رنگنے میں بڑی کوشش کی، لیکن زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ ونصیحت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر بعض اوقات یہ خیال شیطان کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے اضطراب اور کتنی دلسوزی کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں۔ اگر آپ کی اولاد جسمانی طور پر بیمار ہو جائے یا اس کا کوئی عضو خدانہ کرے آگ میں جلنے لگے تو

آپ اپنے دل میں کتنی تڑپ محسوس کرتے ہیں اور یہ تڑپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کرالیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اپنی اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر بھی کبھی آپ نے اتنی تڑپ محسوس کی ہے؟ اگر واقعتاً اولاد کی دینی اور اخلاقی تباہی کو دیکھ کر آپ میں اتنی ہی تڑپ پیدا ہوئی ہے جتنی اسے بیمار دیکھ کر ہوتی ہے اور آپ نے اسے دینی تباہی سے بچانے کی ایسی ہی کوشش کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لیے کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کردیا۔

لیکن اگر آپ نے اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اتنی لگن، ایسے جذبے اور اتنی کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک معمولی سی آگ اپنے بچے کے قریب دیکھ کر آپ کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں اور جہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، اسے آپ اپنی اولاد کے سامنے منہ کھولے دیکھتے ہیں، مگر آپ کی محبت و شفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگر آپ اپنے ننھے سے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی پروا کیے بغیر جب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں، چین سے نہیں بیٹھ سکتے، لیکن کیا وجہ ہے کہ جب وہی اولاد آپ کو دینی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے، تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی وعظ ونصیحت کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کردیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ اپنے گھر کی اصلاح کی موثر تدبیریں سوچی ہیں، جس لگن اور دلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لیے روزگار تلاش کرتے ہیں کیا اتنی لگن کے ساتھ اس کی تربیت کے راستے تلاش کیے ہیں؟ جس خضوع و خشوع اور سوز قلب کے ساتھ آپ ان کی صحت کے لیے دعائیں کرتے ہیں کیا اسی طرح آپ نے ان کے لیے اللہ سے صراط مستقیم طلب کی ہے؟ اگر ان میں سے کوئی کام آپ نے نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہل خانہ کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

ان ساری گزارشات کا منشاء صرف یہ ہے کہ نئی نسل جس برق رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور عملی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، اس کا پہلا موثر علاج خود ہمارے گھروں میں

ہونا چاہیے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطر خواہ جذبہ، اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تڑپ پیدا ہو جائے تو یقین کیجیے کہ آدھی سے زائد قوم خود بخود سدھر سکتی ہے۔

اگر کوئی دیندار شخص یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا بیزاری کی جس راہ پر چل رہی ہے، حقیقت میں اس کے لیے وہی راہ راست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب و اخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو ایسے ''دیندار'' کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو پھر خدا کے لیے اپنی اولاد کو بھی اس جزا و سزا کے دن کے واسطے تیار کیجیے۔ اسے ضروری دینی تعلیم دلوائیے، اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجیے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول درست رکھنے کا اہتمام کیجیے، اپنے گھروں کو تلاوت قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجیے۔ گھر میں کوئی ایسا وقت نکالیے جس میں سارے گھر والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دلکش بنائیے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے۔ اپنے اہل و عیال اور اقارب و احباب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجیے کہ اللہ تعالیٰ انھیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد بھی ہو سکتے ہیں کہ چند مثالیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بدخمیری کی وجہ سے اصلاح پذیر نہ ہو سکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کے لیے اتنا اہتمام کر لیا گیا تو نئی نسل کی ایک بھاری اکثریت راہ راست پر آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور کوشش میں برکت دی ہے اور دین کی دعوت و تبلیغ میں جو محنت کی جائے اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لیے ناممکن ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بار آور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد تقی عثمانی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ